OPEN ACCESS
Al Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219
ISSN (PRINT): 2707-1200
ARJISH, Vol: 5, Issue: 3, July to September 2021
http://www.arjish.com

عہد نبوی کے ثقافتی اقدار کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of the Cultural Values of the Prophetic Era

Shams Ur Rehman Shams*

Abstract

This study aims to explore the cultural values of the Prophetic era and their relevance to contemporary society. The research delves into the principles and practices established during the time of the Prophet Muhammad ﷺ, focusing on core values such as justice, equality, compassion, hospitality, and collective responsibility. Through a historical and analytical approach, the study examines how these values shaped the social, political, and economic structures of early Islamic society. It also highlights the Prophetic emphasis on ethical behavior, mutual respect, and inclusivity, which transcended tribal divisions and fostered a harmonious community. The analysis further investigates the practical application of these values in key societal aspects such as governance, interpersonal relationships, conflict resolution, and care for vulnerable groups. By comparing these foundational principles with modern challenges, the research aims to illustrate their timeless relevance and potential as solutions for addressing issues like inequality, social fragmentation, and moral decline. The study concludes with recommendations on how these Prophetic values can be integrated into contemporary cultural frameworks to promote social cohesion and ethical integrity.

Keywords: Prophetic Era, Cultural Values, Justice and Equality, Social Harmony, Ethical Integrity

ابتدائیہ

عہد نبوی ﷺ کا دور اسلامی تہذیب و تمدن کا آغاز اور دنیاوی ثقافتوں کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔ یہ دور ایک ایسا عہد ہے جہاں انسانی زندگی کے ہر پہلو پر اسلامی تعلیمات کا نفاذ ہوا اور اس کے اثرات نے عرب معاشرت کے ثقافتی اقدار کو ایک نیا رخ دیا۔ عہد نبوی ﷺ میں جزیرہ نما عرب کے قبائلی نظام میں مختلف ثقافتی پہلو جیسے معاشرتی تعلقات، اخلاقی اصول، مذہبی روایات اور عائلی زندگی کے ضابطے شامل تھے۔ اسلام نے ان اقدار میں وہ تبدیلیاں کیں جنہوں نے معاشرتی عدل، مساوات، اور انسانی وقار کی بنیاد پر ایک نیا معاشرتی نظام متعارف کروایا۔

اسلام سے قبل عرب معاشرت میں بعض مثبت اقدار کے ساتھ کئی منفی روایات بھی موجود تھیں جیسے قبائلی تعصب، خواتین کی حق تلفی، غلامی اور ظلم و زیادتی۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور تعلیمات نے ان منفی روایات کا خاتمہ کرتے ہوئے ایک ایسا ثقافتی نظام تشکیل دیا جو

* Institute of Islamic and Arabic Studies Peshawar University.

انصاف، احترام اور اخوت پر مبنی تھا۔ عہد نبوی میں اخلاقی اقدار کو بلند کرنے کے لیے دیانت، صدق، حلم، عفو، اور احسان جیسے اوصاف کو فروغ دیا گیا، جو انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو منظم کرنے کے لیے اہم قرار پائے۔

اس تجزیاتی مطالعے میں عہد نبوی کے ثقافتی اقدار کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے، جن میں تعلیم، ادب، سماجی مساوات، مذہبی روایات، اور اخلاقی اصول شامل ہیں۔ اس مطالعے کا مقصد یہ سمجھنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نے کس طرح انسانی رویوں کو تبدیل کیا اور ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جو دنیا کے لیے رہنما بن گیا۔ یہ تحقیق اس بات پر بھی روشنی ڈالتی ہے کہ ان ثقافتی اقدار کا عصر حاضر میں مسلم معاشرت کے لیے کیا پیغام ہے اور انہیں آج کے چیلنجز کے تناظر میں کس طرح نافذ کیا جا سکتا ہے۔

عہد نبوی کے ثقافتی اقدار کا تجزیہ نہ صرف اسلامی تہذیب کی بنیادوں کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے بلکہ موجودہ دور میں اخلاقی و سماجی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ یہ تحقیق اسلامی ثقافت کے گہرے اثرات کو واضح کرنے اور ایک مثالی معاشرتی نظام کے قیام کے لیے اسلامی تعلیمات کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے، اس نے انسان کے اجتماعی شعور کو لوظ رکھا ہے۔ اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو تسلیم کرتا ہے، اسے ایسے فطری اصول دیتا ہے جن سے ثقافت کو تقویت ملے۔ وہ اس کے لیے صالح بنیادیں فراہم کرتا اور ایسے عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو اسے بگاڑ دیں یا محدود اور غیر مفید بنا دیں۔

وحدت نسل انسانی

وحدتِ نسلِ انسانی عہدِ نبوی ﷺ کے ثقافتی اقدار میں ایک اہم اور بنیادی تصور ہے، جس کی بنیاد قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر ہے۔ یہ تصور انسانیت کو ایک وحدت کے طور پر دیکھتا ہے اور رنگ، نسل، زبان، قومیت یا کسی دیگر امتیاز کے بغیر تمام انسانوں کو برابر قرار دیتا ہے۔ انسانی نسل کی وحدت اس حقیقت کو اجاگر کرتی ہے کہ تمام انسان ایک خالق کی تخلیق ہیں، اور ان کے درمیان رنگ، نسل، زبان، یا قومیت کی بنیاد پر کوئی فرق نہیں۔ قرآن و حدیث کے مطابق، تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا رضی اللہ عنھا کی اولاد ہیں، اور ان کی اصل مٹی ہے۔ حقیقی فضیلت تقویٰ اور نیک اعمال میں ہے، نہ کہ کسی ظاہری یا مادی معیار میں۔ یہ تصور انسانوں کو نسلی تعصب، طبقاتی تقسیم، اور برتری کے دعووں سے باز رکھتا ہے اور مساوات، عدل، اور بھائی چارے کو فروغ دیتا ہے۔

قرآنی تعلیمات کی روشنی میں وحدتِ نسلِ انسانی

قرآن مجید نے کئی مقامات پر وحدتِ انسانی کے نظریے کو واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر:

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْاؕ-اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ-[1]

"اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قومیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم آپس میں پہچان رکھو، بیشک اللہ کے یہاں

تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے بیشک اللہ جاننے والا خبر دار ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی اصل ایک قرار دی اور واضح کیا کہ تمام انسان ایک ہی ماخذ سے ہیں، اور ان کے درمیان تقویٰ کے علاوہ کوئی فضیلت نہیں۔

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد حضرت آدم علیہ السلام اور ایک عورت حضرت حوا رضی اللہ عنہا پیدا کیا اور جب نسب کے اس انتہائی درجہ پر جا کر تم سب کے سب مل جاتے ہو تو نسب میں ایک دوسرے پر فخر اور بڑائی کا اظہار کرنے کی کوئی وجہ نہیں، سب برابر ہو اور ایک جدّ اعلیٰ کی اولاد ہو)اس لئے نسب کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر کا اظہار نہ کرو (اور ہم نے تمہیں مختلف قومیں ، قبیلے اور خاندان بنایا تاکہ تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان رکھو اور ایک شخص دوسرے کا نسب جانے اور اس طرح کوئی اپنے باپ دادا کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرے، نہ یہ کہ اپنے نسب پر فخر کرنے لگ جائے اور دوسروں کی تحقیر کرنا شروع کر دے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً- وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ-اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔[2]

اس آیتِ مبارکہ میں تمام بنی آدم کو خطاب کیا گیا ہے اور سب کو تقویٰ کا حکم دیا ہے۔ کافروں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ وہ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں اور مسلمانوں کیلئے تقویٰ یہ ہے کہ ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اعمالِ صالحہ بجالائیں۔ ہر ایک کو اس کے مطابق تقویٰ کا حکم ہوگا۔ اس کے بعد یہاں چند چیزیں بیان فرمائیں:

(1)...اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم سے پیدا کیا۔

(2)... حضرت آدم علیہ السلام کے وجود سے ان کا جوڑا یعنی حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا۔

(3)...انہی دونوں حضرات سے زمین میں نسل در نسل کثرت سے مرد و عورت کا سلسلہ جاری ہوا۔

(4)...چونکہ نسلِ انسانی کے پھیلنے سے باہم ظلم اور حق تلفی کا سلسلہ بھی شروع ہوا لہٰذا خوفِ خدا کا حکم دیا گیا تاکہ ظلم سے بچیں اور چونکہ ظلم کی ایک صورت اور بدتر صورت رشتے داروں سے قطع تعلّقی ہے لہٰذا اس سے بچنے کا حکم دیا۔

عہدِ نبوی ﷺ میں وحدتِ نسلِ انسانی کا عملی مظاہرہ

يا معشر قريش ان الله قد أذهب عنكم نخوة الجاهلية وتعظمها بلآباء، الناس من آدم و آدم من تراب .ليس للعربي فضل على عجمي ولا للعجمي فضل على العربي كلكم ابناء آدم و آدم من تراب۔[3]

کسی عربی کو کسی عجمی پر فضیلت نہیں اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر تم سب ادم کی اولاد ہو اور وہ مٹی سے تھے۔

اصل فضیلت کسی کی شکل و صورت، خاندان یا قوم سے نہیں بلکہ تقویٰ اور نیک اعمال سے ہے۔ اللہ کے نزدیک وہی شخص افضل ہے جو زیادہ پرہیزگار اور نیک ہو۔ یہ تعلیم ہمیں سکھاتی ہے کہ ہمیں دوسروں سے برتری کا احساس نہیں کرنا چاہیے، بلکہ ہر انسان کی عزت کرنی چاہیے اور

اس کے ساتھ انصاف سے پیش آنا چاہیے۔ یہ پیغام معاشرتی ہم آہنگی اور اتحاد کو فروغ دیتا ہے۔

وحدۃ فکر انسانی

اسلام کا دعوی ہے کہ انفرادی اور اجتماعی زندگی کے لیے جن اصولوں کی ضرورت تھی وہ اللہ تعالی نے انسان کو سمجھائے. اور جس بنیادی فکر کی ضرورت اور جس رہنمائی کی احتیاج تھی وہ رب العالمین نے مہیا کر دی۔ انسان نے اسے ضائع کر کے مصنوعی فکری خاکے مرتب کرنے شروع کیے۔ انسانوں کا آپس میں اختلاف ان کا اپنا پیدا کردہ ہے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً - فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ - وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ - وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ - فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ - وَ اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔[4]

تمام لوگ ایک دین پر تھے تو اللہ نے انبیاء بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈر سناتے ہوئے اور ان کے ساتھ سچی کتاب اتاری تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلافات میں فیصلہ کر دے اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی انہوں نے ہی اپنے باہمی بغض و حسد کی وجہ سے کتاب میں اختلاف کیا (یہ اختلاف) اس کے بعد (کیا) کہ ان کے پاس روشن احکام آچکے تھے تو اللہ نے ایمان والوں کو اپنے حکم سے اُس حق بات کی ہدایت دی جس میں لوگ جھگڑ رہے تھے اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے۔

رسولوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ نیز لوگوں کی ہدایت کیلئے بہت سے انبیاء اور رسولوں کو کتابیں اور صحیفے عطا کئے گئے جیسے حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام پر صحیفے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت، حضرت داؤد علیہ السلام پر زبور، حضرت عیسیٰ پر انجیل اور خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ پر قرآن نازل فرمایا۔ انبیاء کی ہدایات آجانے کے بعد بھی لوگوں نے اختلاف کیا جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا اور آپس کے حسد کی وجہ سے کتاب اللہ کو بھی مشقِ ستم بنانے سے باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حضور پر نور کے ذریعے حق کی ہدایت فرمائی چنانچہ یہود و نصاریٰ کو جن باتوں میں اختلاف تھا ان میں جو حق تھا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو وہ سمجھا دیا۔

قیام خیر ورفع شر

اسلام ایک ایسی ثقافت چاہتا ہے جس میں خیر و شر کے پیمانے متعین ہوں اور افراد معاشرہ ان سے ہرگز تجاوز نہ کریں۔ اگر تجاوز ہو تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اصول اپنایا جائے، ہر فرد اس پر عمل کرے۔ بدی سے خود بھی بچے اور دوسروں کو بھی بچانے کے لیے کوشش کرے۔ یہ کوشش انفرادی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی۔ حضور کے فرماتے ہیں: کہ جس معاشرے میں باہمی خیر کے قیام اور شر کے منانے کی سعی نہیں ہوتی وہ بالآخر ھلاک ہو جاتا ہے۔ اسلام نے سب سے پہلے ان امور کی نشاندھی کی جو معاشرے کے لیے مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ وہ گناہ بھی بتائے جو فرد اور جماعت کے ایمان کو ضائع کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد ادارہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بیان کیا۔ اس میں بھی باہمی

حسن ظن کو اصل اول قرار دیا۔ مسلمانوں کے لیے یہ جائز نہیں کہ محض بدگمانیوں کی بناء پر نہی عن المنکر کو چلائیں۔ وہ امور جن سے افراد معاشرہ کو مجتنب رہنا چاہئے وہ یہ ہیں: کبائر، بدگمانی تجسس، حسد و بغض، ناجائز حمایت غیبت اور جھوٹی گواہی وغیرہ۔ قرآن وسنت میں ہر ایک کے متعلق بہت تفصیلی احکام بیان ہوئے ہیں۔

عن ابي هريرة قال قال رسول الله ﷺ اجتنبو السبع الموبقات قالوا: يا رسول الله وما هن؟ قال: الشرك بالله والسحر وقتل النفس التي حرم الله الا بالحق وأكل مال اليتيم والتولي يوم الزحف وقدف المؤمنات الغافلات۔ [5]

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ اللہ نے سات ہلاک کردینے والی باتوں سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ وہ کون سی باتیں ہیں؟ فرمایا: کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو مار ڈالنا جس کو خدا نے حرام قرار دیا ہے مگر حق شرعی کے طور پر مار ڈالنا جائز ہے، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے روز پشت دکھانا یعنی میدان جنگ یا جہار سے بھاگ جانا۔

لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَیْرًا١ۙ وَّ قَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِیْنٌ۔ [6]

کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سُنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ادب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا "ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب تم نے یہ بہتان سنا تو مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اپنے لوگوں پر نیک گمان کرتے کیونکہ مسلمان کو یہی حکم ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے کہ بدگمانی ممنوع ہے۔ نیز لوگ سن کر کہتے کہ یہ کھلا بہتان ہے، بالکل جھوٹ ہے اور بے حقیقت ہے۔

لَىٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَةِ لَنُغْرِیَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِیْهَاۤ اِلَّا قَلِیْلًا۔ [7]

اگر باز نہ آئے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ (حوصلہ) دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے۔

وہ لوگ جو منافق ہیں اور وہ لوگ جو فاجر و بدکار ہیں اور وہ لوگ جو مدینے میں اسلامی لشکروں کے متعلق جھوٹی خبریں اڑانے والے ہیں اور یہ مشہور کیا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو شکست ہوگئی، وہ قتل کر ڈالے گئے، دشمن چڑھا چلا آرہا ہے اور اس سے ان کا مقصد مسلمانوں کی دل شکنی اور ان کو پریشانی میں ڈالنا ہوتا ہے، اگر یہ لوگ اپنے نفاق، بدکاری اور دیگر حرکتوں سے باز نہ آئے تو ضرور ہم مسلمانوں کو ان کے خلاف کاروائی کرنے کی اجازت دے دیں گے اور مسلمانوں کو ان پر مُسَلَّط کردیں گے، پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس تھوڑے دن ہی رہیں گے، پھر ان سے مدینہ طیبہ خالی کرالیا جائے گا اور وہ لوگ وہاں سے نکال دیئے جائیں گے۔

امر بالمعروف

ایک اسلامی فریضہ ہے جو خیر کی ترغیب اور برائی سے روکنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ فریضہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر مسلم معاشرے کی اصلاح اور بھلائی کے لیے نہایت اہمیت رکھتا ہے۔

كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ١ؕ وَ لَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ١ؕ

مِنۡهُمُ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ اَكۡثَرُهُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ۔[8]

(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہلِ کتاب (بھی) ایمان لے آتے تو ان کے لئے بہتر تھا، ان میں کچھ مسلمان ہیں اور ان کی اکثریت نافرمان ہیں۔

نیکی کی دعوت دینا وہ عظیم منصب اور عہدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاءِ کرام کو عطا فرمایا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو مبعوث فرما کر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا تو اس نے اپنے حبیب کی امت کو اس منصب سے سرفراز فرما دیا اور اس عظیم خوبی کی وجہ سے انہیں سب سے بہترین امت قرار دیا، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ بقدرِ توفیق نیکی کی دعوت دیتا اور برائی سے منع کرتا رہے۔

وَ تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡبِرِّ وَ التَّقۡوٰى‌ ۖ وَ لَا تَعَاوَنُوۡا عَلَى الۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ‌ ۖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ۔[9]

نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ شدید عذاب دینے والا ہے۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا حکم دیا ہے (1) نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرنے کا۔ (2) گناہ اور زیادتی پر باہمی تعاون نہ کرنے کا۔ بِرّ سے مراد ہر وہ نیک کام ہے جس کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ ہر اس کام سے بچا جائے جس سے شریعت نے روکا ہے۔ اِثْم سے مراد گناہ ہے اور عُدْوَان سے مراد اللہ تعالیٰ کی حدود میں حد سے بڑھنا۔

نیکی اور تقویٰ میں ان کی تمام اَنواع واَقسام داخل ہیں اور اِثْم اور عُدْوَان میں ہر وہ چیز شامل ہے جو گناہ اور زیادتی کے زُمرے میں آتی ہو۔ علمِ دین کی اشاعت میں وقت، مال، درس و تدریس اور تحریر وغیرہ سے ایک دوسرے کی مدد کرنا، دینِ اسلام کی دعوت اور اس کی تعلیمات دنیا کے ہر گوشے میں پہنچانے کے لئے باہمی تعاون کرنا، اپنی اور دوسروں کی عملی حالت سدھارنے میں کوشش کرنا، نیکی کی دعوت دینا اور برائی سے منع کرنا، ملک و ملت کے اجتماعی مفادات میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا، سوشل ورک اور سماجی خدمات سب اس میں داخل ہے۔ گناہ اور ظلم میں کسی کی بھی مدد نہ کرنے کا حکم ہے۔ کسی کا حق مارنے میں دوسروں سے تعاون کرنا، رشوتیں لے کر فیصلے بدل دینا، جھوٹی گواہیاں دینا، بلا وجہ کسی مسلمان کو پھنسا دینا، ظالم کا اس کے ظلم میں ساتھ دینا، حرام و ناجائز کاروبار کرنے والی کمپنیوں میں کسی بھی طرح شریک ہونا، بدی کے اڈوں میں نوکری کرنا یہ سب ایک طرح سے برائی کے ساتھ تعاون ہے اور ناجائز ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے معاشرے میں بھلائی کو فروغ ملتا ہے، بدی کم ہوتی ہے، اور سماجی انصاف و اخلاقیات قائم رہتے ہیں۔ یہ اسلامی تعلیمات کی بنیاد پر ایک مثالی معاشرے کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

خلاصہ کلام

عہدِ نبوی ﷺ کے ثقافتی اقدار میں وحدتِ نسلِ انسانی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جو قرآن مجید کی تعلیمات اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے اخذ کردہ ایک اہم تصور ہے۔ یہ نظریہ انسانیت کو ایک ماخذ سے جڑا ہوا دیکھتا ہے، جہاں رنگ، نسل، قومیت، زبان یا کسی اور امتیاز کی بنیاد پر برتری یا حقارت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام میں تمام انسانوں کو برابر قرار دیا گیا ہے، اور تقویٰ کو ہی فضیلت کا معیار بنایا گیا ہے۔

قرآن مجید میں مختلف مقامات پر وحدتِ انسانی کے اصول کو بیان کیا گیا ہے۔ سورہ الحجرات میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسانوں کو مختلف قوموں اور قبیلوں میں اس لیے تقسیم کیا گیا تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچان سکیں، لیکن فضیلت کا معیار صرف تقویٰ ہے۔ اسی طرح سورہ النساء میں یہ بات واضح کی گئی کہ تمام انسان ایک ہی جان سے پیدا کیے گئے ہیں۔ یہ آیات انسانی مساوات اور وحدت کو مضبوط بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے وحدتِ نسلِ انسانی کو اپنی زندگی اور تعلیمات میں عملی طور پر نافذ کیا۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر، یا کسی گورے کو کالے پر کوئی برتری نہیں، فضیلت صرف تقویٰ کے ذریعے ممکن ہے۔ یہ بیان اسلام کی عالمگیر مساوات کے اصول کا خلاصہ پیش کرتا ہے۔ مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارے کا نظام قائم کرنا وحدتِ انسانی کے عملی مظاہرے کی نمایاں مثال ہے۔ اس نظام کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے قبیلے، قومیت اور نسل کے فرق کو ختم کر کے ایک مضبوط معاشرتی ڈھانچہ تشکیل دیا۔ حضرت بلالؓ کی زندگی وحدتِ انسانی کی ایک روشن مثال ہے۔ آپ حبشی غلام تھے، لیکن اسلام نے انہیں اعلیٰ مقام عطا کیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو مؤذنِ اسلام مقرر کیا اور ان کے لیے جنت میں بلند مقام کی بشارت دی۔ یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلام میں نسل اور طبقے کی بنیاد پر امتیاز کی کوئی گنجائش نہیں۔ آج کے دور میں وحدتِ نسلِ انسانی کا یہ تصور انسانی حقوق، سماجی انصاف، اور بین الاقوامی ہم آہنگی کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام نسلی امتیاز، طبقاتی تقسیم، اور ہر قسم کے تعصب کی سختی سے مخالفت کرتا ہے۔ یہ تصور ایک ایسا معاشرہ تشکیل دینے میں مددگار ثابت ہو سکتا ہے جہاں تمام افراد مساوی حقوق اور مواقع کے حامل ہوں۔ وحدتِ نسلِ انسانی عہدِ نبوی ﷺ کے ثقافتی اقدار کا ایک بنیادی اصول ہے، جو آج کے معاشرتی اور ثقافتی مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ یہ تصور انسانی مساوات، بھائی چارے، اور عالمی امن کے قیام کا ذریعہ ہے۔

حوالہ جات

[1] ۔الحجرات13:49

[2] ۔النساء1:4

[3] ۔ابن ہشام سیرہ نبویہ ج4 ص54 مطبوعہ مصطفی البابی مصر

[4] ۔سورہ البقرہ213:2

[5] ۔قشیری، مسلم بن حجاج، حدیث نمبر4059، کمپیوٹر ایڈیشن

[6] ۔سورہ النور12:24

[7] ۔سورہ الاحزاب33:60

[8] ۔سورہ آل عمران110:3

[9] ۔المائدہ2:5

References
1. Al-Hujurat 13:49

2. An-Nisa 1:4
3. Ibn Hisham Seerah Al-Nabawiyyah Vol. 4, p. 54, Mustafa Al-Babi, Egypt
4. Surah Al-Baqarah 213:2
5. Qushayri, Muslim bin Hajjaj, Hadith No. 4059, Computer Edition
6. Surah An-Nur 12:24
7. Surah Al-Ahzab 60:
8. Surah Al-Imran 110:3
9. Al-Ma'idah 2:5